سر سید احمد خان اور عصری تعلیم

ڈاکٹر نازیہ چنے گاؤں

شعبۂ اُردو انجمن ڈگری کالج وجۓ پور

تلخیص: انسان کو اشرف المخلوقات بنانے کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ اللہ نے انسان کو علم عطا فرمایا، جب تک جو قوم علم سے وابستہ رہے گی وہ سر بلند رہے گی، علم سے ہی انسانیت کی پہچان ہے۔ علم رکھنے والے اور علم سے محروم کی مثال تاریکی اور روشنی کی طرح ہے علم رکھنے والا خود بھی روشن ہے اور دوسروں کو بھی روشنی دے سکتا ہے۔ تاریخ میں انہی کے نام ہیں جنہوں نے علم کی تہہ تک رسائی حاصل کی، دنیا میں بہت سارے ماہرین علوم گذرے ہیں جن کا نام تاریخ میں آج بھی نمایاں ہے۔ انہیں ناموں میں ایک نام سر سید احمد خان کا بھی ہے جنہوں نے اپنے علم کا لوہا منوایا اور تاریخ میں اپنا نام باقی رکھا۔

سر سید احمد خان کے بہت سے مذہبی و فکری رجحانات اور افکار سے اختلاف کے باوجود اس اعتقادی نظریہ کو بالائے طاق رکھتے ہوئے اس حقیقت کا اعتراف ان کے مداح و ناقدین ہر کسی کو ہے کہ انہوں نے حالات کے پیش نظر مسلمانوں کی تعلیم کا جو خاکہ بنایا تھا وہ ضروری تھا ہم ان کے اسی نظریہ کے متعلق کچھ باتیں ضبط تحریر کر رہے ہیں۔ دنیا میں بہت سے انسان ایسے ملتے ہیں جو صرف اپنی ذات تک یا اپنے گھر یا خاندان کی اصلاح کی فکر رکھتے ہیں مگر بہت کم ہی ایسے لوگ ہیں جو پوری ملت کا درد اپنے اندر رکھتے ہیں انہی میں ایک سر سید احمد خاں بھی ہیں جنہوں نے پوری ملت کا درد اپنے دل میں بسایا تھا۔ کیونکہ وہ چاہتے تھے کہ آنے والی نسل علم و تہذیب، فکر و تدقیق اور کمالات و فضائل کے میدان میں دنیا کی دوسری قوموں سے پیچھے نہ رہے، ہندوستانی مسلمانوں کی نشاۃ الثانیہ کے حوالے سے سر سید کا نظریہ بالکل واضح تھا کہ وہ تعلیمی ترقی چاہتے تھے۔ سر سید نے مسلم قوم میں تعلیمی زوال کو جس طرح محسوس کیا شاعر اس کی ترجمانی کرتا ہے:

حیرت ہے کہ وہ قوم تعلیم سے ہے پیچھے
جس قوم کا آغاز ہی اقراء سے ہوا ہے

یقیناً قوم مسلم کا آغاز لفظ اقرا ُ سے ہی ہوا ہے جس میں پڑھنے کا حکم دیا گیا، اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کے سامنے حضرت آدم علیہ السلام کی عظمت وفضیلت کا اظہار کرانا چاہا تو علم کے ذریعہ سے ہی کرادیا حضرت آدم علیہ السلام کے علم کو دیکھ کر فرشتے حیرت میں پڑھ گئے۔ یہ کہا جائے تو مبالغہ نہ ہو گا کہ قوم مسلم کے لئے تعلیم، غذا سے بھی زیادہ عزیز ہونی چاہیئے۔ کیوں کہ تعلیم روح کی غذا ہے۔ لیکن جب یہ قوم تعلیم، تہذیب، اخلاقی قدروں سے دور ہوتی گئی تو زوال پذیر ہوتی گئی۔ جب قوم میں علم، خصوصاً جدید علم سے دوری کو سر سید نے محسوس کیا تو انہوں نے ایک انقلاب لانا چاہا وہ اپنی فکر میں کافی حد تک کامیاب رہے یہ اور بات ہے کہ جس وقت انہوں نے جدید تعلیم کی اہمیت کے تعلق سے اپنا نظریہ پیش کیا تھا اس وقت بہت سے اہل علم کو وہ بات سمجھ میں نہ آئی۔ جب سر سید نے دیکھا کہ میری بات کا کوئی اثر نہیں ہو رہا ہے تو انہوں نے خاموشی اختیار کئے بغیر خود اُٹھے اور ایک تحریکی کام انجام دیا۔ بقول شاعر:

جلالِ آتشِ برق و سحاب پیدا کر
اجل بھی کانپ اُٹھے وہ شباب پیداکر
تو انقلاب کی آمد کا انتظار نہ کر
جو ہوسکے تو تو ہی انقلاب پیدا کر

کلیدی الفاظ
سرسید احمد خان، اور، عصری، تعلیم، اسلاحی تحریکات، سرسید تحریک، تعلیمی نظام

سرسید احمد خاں کا شمار اُردو ادب کی عظیم شخصیتوں میں ہوتا ہے۔ آپ کا دل ہمیشہ قوم وملت کے لئے دھڑکتا رہا۔ ہندوستان کی اصلاحی تحریکات میں سرسید تحریک نے پہلی مرتبہ ہندوستانی مسلمانوں کی تعلیم اور ان کی اصلاح کے لئے مخلصانہ کوششیں کی۔ سرسید احمد خان کی توجہ ہمیشہ اس بات پر تھی کہ ایک ایسا تعلیمی نظام وضع کیا جائے جو وقت کی ضروریات سے ہم آہنگ ہو۔ سرسید نے قوم کے زوال کو محسوس کرتے ہوئے اس کی تعمیر کے لئے اُٹھے انہوں نے قوم میں بہت سارے ایسے پہلوؤں کو پایا جس کی اصلاح انہوں نے ضروری سمجھی۔ ان کی رائے سے ابتداء میں بہت سے اہل علم نے اعتراض کیا مگر ان کے ترقی پسند فکر کو بعد میں پسند بھی کیا گیا۔ جیسا کہ اکبر الہ آبادنے جب سرسید کی فکر کو سمجھا اور ان کے تحریکی کارناموں کو دیکھا تو انہوں نے کہا:

ہماری باتیں ہی باتیں ہیں، سید کام کرتا تھا
نہ بھولو فرق جو ہے کہنے والے کرنے والے میں
کہے جو چاہے کوئی، میں تو یہ کہتا ہوں اے اکبرؔ!
خدا بخشے بہت سی خوبیاں تھیں مرنے والے میں

اکبر الہ آبادی کا بھی یہ خیال تھا کہ سرسید احمد خان میں مسلمانوں کی خیر خواہی پوشیدہ تھی۔ سرسید نے تعلیم ہی کو کامیابی کی کنجی تصور کیا اور وہ تعلیم ہی کو برائی بھلائی میں تمیز کرنے، قدرت الٰہی کے ایجادات واختراعات کو سمجھنے اور اخلاق و کردار کی درستگی کا ذریعہ سمجھتے تھے۔ سرسید نے قوم کے لئے تعلیم کی فکر بڑے ہی اعلیٰ سطح پر کی اور انہوں نے اپنے ذہن میں کسی چھوٹے اسکول یا مدرسہ کا خانہ تیار نہیں کیا بلکہ اس وقت کی سب سے بڑی یوروپی درسگاہوں آکسفورڈ اور کیمبرج کے طرز پر ایک ادارہ کا قیام کا ارادہ کیا اور اسی غرض سے یوروپ کا سفر کیا اس سفر کے کچھ اور بھی مقاصد تھے۔ انہوں نے وہاں کی تہذیب، تمدن، رہن سہن، اور تعلیم وتربیت کا بغور مشاہدہ کیا اس سے ان کے اندر یہ جذبہ اور تڑپ اور بھی شدت اختیار کر گیا کہ ہماری قوم بھی اسی طرح ترقی یافتہ، مہذب، اور آپس میں محبت ومودت کے ساتھ زندگی گزارنے والی قوم بن جائے اور ان کے اخلاق وکردار کا معیار نہایت ہی اعلیٰ ہو جائے اور تعلیم وتربیت حاصل کر کے وہ بلند مقام پر فائز ہو جائیں۔

سرسید کا نقطہ نظر تھا کہ مسلم قوم کی ترقی کی راہ تعلیم کی مدد سے ہی ہموار کی جاسکتی ہے انہوں نے مسلمانوں کو مشورہ دیا کہ وہ جدید تعلیم حاصل کریں اور دوسری اقوام کے شانہ بشانہ بڑھیں، انہوں نے محض مشورہ ہی نہیں دیا بلکہ مسلمانوں کے لئے جدید علوم کے حصول کی سہولتیں بھی فراہم

کرنے کی پوری کوشش کی، سائنس، ادب اور معاشرتی علوم کی طرف مسلمانوں کو راغب کیا، انگریزی کی تعلیم کو مسلمانوں کی کامیابی کے لئے زینہ قرار دیا تاکہ وہ دوسری قوم کے مساوی معاشرتی درجہ حاصل کر سکیں۔

سرسید احمد خان کی زندگی کا مطالعہ ہمیں یہ باور کراتا ہے کہ وہ فروغ تعلیم کے تئیں وہ کس قدر حساس تھے، اور علوم کے فروغ کے ذریعے ہندوستانی عوام کو اعلیٰ تہذیب و تمدن سے مزین کرنا چاہتے تھے ان کا تصور تعلیم یہ تھا کہ مسلمان تمام علوم میں مہارت حاصل کریں، اور اسی نظریہ اور تصور کے تحت بہت سی قابل قدر اور نمایاں کوششیں سرسید نے کیں۔ ان کے جو مقاصد تھے مورخین نے ان کو مفصل انداز میں پیش کیا ہے ان میں سے کچھ ایک یہ بھی تھے۔

مسلمانوں کی تعلیم کے لئے جو انگریزی ادارے مسلمانوں کی طرف سے جاری ہوں ان میں مذہب کے حالات کو دریافت کرنا اور بقدر امکان عمدگی سے اس تعلیم کے انجام پانے میں کوشش کرنا۔

مسلمانوں کو نہایت اعلیٰ تعلیم سے ہمکنار کرنا، ان کے فلاح و بہبود کی ہر ممکن کوشش کرنا، اس کی تدبیروں کو سوچنا اور ان پر بحث کرنا وغیرہ۔ مذکورہ بالا مقاصد پر غور کرنے سے ہمیں سرسید کے اعلیٰ نظریہ فروغ تعلیم کا پتہ چلتا ہے اور اس معاملے میں ان کے حد درجہ حساس ہونے کا نمایاں ثبوت ملتا ہے، بقول سرسید ''تعلیم ہی تمام ترقیوں کی اور بلندیوں کی معراج ہے، پہلے علم کے خزانوں کو قابو میں کر لو پھر دنیا کی کوئی بھی دولت حاصل کی جاسکتی ہے۔ علم ہی ہے جو انسان کی ذہنی و فکری سطح کو بلند کرتا ہے، سوچنے، سمجھنے اور میدان عمل میں کچھ کر گزرنے کا یقین اور عزم و حوصلہ عطا کرتا ہے۔ مسائل کی پیچیدگیاں خود بخود سلجھنے لگتی ہیں اور نشان منزل صاف صاف نظر آنے لگتا ہے، یہ تعلیم ہی ہے جو ذہن انسانی کو اس کی جہت عطاء کرتی ہے، مسائل کا ہر رخ سے تجزیہ کرنے کی مہارت پیدا کرتی ہے، مسائل کے حل کرنے کے مختلف طریقوں سے روشناس کر کے بہترین حل کو بروئے کار لانے کی قوت عطا کرتی ہے۔'' سرسید کے اس قول میں قوم کے لئے قیمتی موتیاں موجود ہیں انہوں نے تعلیم کو بلندیوں کی معراج کہا جس میں کسی بھی طرح کا شک نہیں کیا جاسکتا۔

سرسید نے تعلیم کے فروغ کے ساتھ ساتھ نئی نسل کی ذہنی تربیت بھی کی، چنانچہ مورخین کے مطابق جہاں پر وہ ایک جدید تعلیم، فکری بلندی و ترقی کے حامل تھے وہیں پر وہ بنیادی طور پر ایک بے مثال مربی و معلم بھی تھے۔ تعلیم کے فروغ کے ساتھ ساتھ اخلاقی قدروں کی حفاظت بھی ان کے پیش نظر تھی، عموماً جو لوگ جدید تعلیم اور عصری ترقی کی فکر رکھتے ہیں وہ ادب اخلاق سے محروم رہتے ہیں اور ان کے پاس اخلاق و آداب کی اہمیت نہیں رہتی مگر سرسید اس سے مبراء تھے وہ اپنی قوم میں اخلاقی ترقی بھی چاہتے تھے جو علم کی بنیاد ہے۔ اخلاق کو پروان چڑھانے کے لئے انہوں نے 1870ء میں ''تہذیب الاخلاق'' نامی رسالہ نکالا، اس رسالے کا مقصد بھی مسلمانوں کے اندر سیاسی، سماجی، تعلیمی، تہذیبی، اخلاقی وغیرہ اصلاح تھا۔ اسی وجہ سے اصلاح کے باب میں سرسید کے اقدامات کی تحسین کی جاتی ہے۔

سرسید بہت دور اندیش تھے انہوں نے صدیوں پہلے مسلمانوں کو جدید فکر سے ہم آہنگ ہونے کا مشورہ دیا۔ انہوں نے جو اقدامات کئے وہ بہت کم دیکھنے کو ملتے ہیں انہوں نے آج سے تقریباً دو صدی قبل یہ اندازہ لگایا تھا کہ تعلیم کے بغیر مسلمانوں کی ترقی ایک ناممکن شئے ہے۔ آج اتنے زمانے کے گزر جانے کے بعد دنیا کو یہ تسلیم کرنا پڑا کہ سرسید اپنے فیصلوں اور ارادوں میں کس قدر مضبوط، مستحکم اور درست تھے اور ان دشوار کن حالات کے باوجود

انہوں نے اپنی زندگی تعلیمی مشن کو آگے بڑھانے اور اسے فروغ دے کر اوج کمال تک پہنچانے میں صرف کر دی،ان میں تعلیم و تربیت کے تمام مسائل حل کرنے کی خداداد صلاحیت بھی موجود تھی۔

جدید تعلیم کے حصول کے لئے جس وقت سر سید نے قوم کو بیدار کیا تھا اگر قوم اس وقت بیدار ہو جاتی تو آج مسلم قوم بڑی ترقی اور بلندی پر ہوتی، مذہبی اعتبار سے بھی دیکھا جائے تو کوئی مذہب بھی تعلیم کے خلاف نہیں،اور خصوصاً مذہب اسلام نے تعلیم کو بہت زیادہ اہمیت دی ہے۔آج ضرورت اس بات کی ہے کہ مسلمان تعلیم و تہذیب کی طرف توجہ دیں۔ جہاں پر سر سید تعلیم بیداری و ترقی چاہتے تھے، ساتھ ہی وہ ہندو مسلم اتحاد بھی چاہتے تھے ان کا ماننا تھا کہ ہندوستان کی ترقی ہندو مسلم اتحاد سے ہی ممکن ہے۔ایسی ترقی و اتحاد چاہنے والی شخصیت صدیوں میں پیدا ہوتی ہے۔انہوں نے حالات زمانہ کے مخالف کے باوجود اپنے عزائم کو سرد ہونے نہیں دیا بلکہ تن تنہا علی گڈھ تحریک کی بنیاد ڈالی اور قوم کی اصلاح سے لے کر فلاح و بہبود تک بہت سے کام انجام دئے۔سر سید احمد خان ایک انقلابی و اصلاحی شخصیت تھے جنہوں نے قوم کو زندگی میں ترقی کے نئے اصول بتائے نہ صرف بتایا بلکہ خود اس پر عمل پیرا رہے آج ان کے گذر جانے کے بعد بھی جب کبھی کسی مجلس یا محفل یا حلقہ میں تعلیم و قوم مسلم کی ترقی کی بات ہوتی ہے تو سر سید احمد خان کو کسی نہ کسی طرح ضرور یاد کیا جاتا ہے۔اور ان کو بڑے بڑے دانشور ن خراج عقیدت پیش کرتے نظر آتے ہیں۔

سر سید کا نقطہ نظر تھا کہ مسلم قوم کی ترقی کی راہ تعلیم کی مدد سے ہموار کی جا سکتی ہے انہوں نے مسلمانوں کو مشورہ دیا کہ وہ جدید تعلیم حاصل کریں اور دوسری اقوام کے شانہ بشانہ آگے بڑیں انہوں نے محض مشورہ ہی نہیں دیا بلکہ مسلمانوں کے لئے جدید علوم کے حصول کی سہولتیں بھی فراہم کرنے کی پوری کوشش کی انہوں نے سائنس جدید ادب اور معاشرتی علوم کو مسلمانوں کی کامیابی کا زینہ قرار دیا۔

یہ دنیا چاہے جو کچھ بھی کہے اکبرؔ یہ کہتا ہے
خدا بخشے بہت سی خوبیاں تھیں مرنے والے میں
ترے احسان رہ رہ کر سدا یاد آئیں گے اِن کو
کریں گے تذکرہ مجلس میں اور دہرائیں گے ان کو

سر سید احمد خان کی زندگی کا حصہ برصغیر کے مسلمانوں کو حسن و عشق کی فضاؤں سے نکال کر میدان عمل میں لے جانا تھا اس وقت کے ادیب طرز بیان پر روز دیتے تھے اور ان کی تحریریں بے مقصد ہوتی تھی انہوں نے زمانے کی اس روایت سے بغاوت کرتے ہوئے تحریروں میں طرز بیان سے زیادہ مقصدیت پر زور دیا ایسی تحریریں قلم بند کی جن سے قوم میں شعور پیدا ہو۔

سر سید کا ایک بڑا کارنامہ اپنے حلقہ احباب میں علم و ادب کا ذوق اور تلاش و تحقیق کا جذبہ بیدار کرنا تھا۔ان کا کامل یقین تھا کہ مسلمانوں کی ذہنی اور سماجی بیماریوں کا واحد علاج انگریزی زبان اور مغربی علوم کا حصول ہے اس مقصد کو حاصل کرنے کی خاطر وہ تمام عمر جدوجہد کرتے رہے۔سر سید احمد خان کا شمار ایسی انقلاب آفریں شخصیات میں ہوتا ہے جنہوں نے اپنے فکر و عمل کے ذریعہ اپنی قوم کے فرسودہ خیالات اور جمود میں طغیانی پیدا کی اور ان کا یہ کارنامہ صدیوں یاد کیا جائے گا۔

سر سید اپنے اخلاق اپنی سیرت اپنے علم اور دور اندیشی کی بدولت سب کے ذہنوں پر چھا گئے یہی وجہ ہے کہ باد سموم نے نیم سے شکست قبول کرلی اور سر سید کی سب سے بڑی کامیابی یہی ہے:

بہ قول حالی:

بہت جھکڑ چلے اور آئیں اکثر آندھیاں لیکن
رہا گلزار ہوکر باغ جو تونے لگایا ہے

بقول پروفیسر اختر الواسع:

"سر سید احمد خان جدید ہندوستان کے معماروں میں سے ایک تھے علم و حکمت کی جو شمعِ ہدایت انہوں نے روشن کی اس کا فیض آج تک جاری ہے سر سید اپنی ذات میں ایک ایسا منار نور تھے جس کا سایہ جس پر بھی پڑ گیا وہ علم و عمل کا چراغ بن گیا۔"

سر سید احمد خان نے ہندوستانی مسلمانوں کو جمود سے نکالنے اور پھر انہیں باعزت قوم بنانے کے لئے سخت جدوجہد کی آپ ایک زبردست بلند خیال مفکر اور جلیل القدر مصلح تھے سر سید احمد خان نے مسلمانوں کی اصلاح اور ترقی کا بیڑا اس وقت اٹھایا جب زمین مسلمانوں پر تنگ تھی۔

سر سید احمد خاں کی شخصیت انتہائی فیاضی اور ان کے نگاہ بے پناہ دوربین واقع ہوئی تھی انہوں نے اپنے دور کے حالات کے آینئہ میں آنے والے سائنسی ترقی کے زمانے کا نہ صرف عکس دیکھ لیا تھا اور اس کے لحاظ سے وہ ہندوستانی مسلمانوں کی تعلیم و تربیت کے لئے بے قرار تھے۔

سر سید احمد خاں کے تعلیمی تصورات میں مفید اور کار آمد تعلیم کے علاوہ ہندو مسلم اتحاد، فروغ وطنیت، اتحاد و اتفاق، قومی یکجہتی، تجارتی اور معاشی ترقی اردو زبان و ادب کی توسیع و اشاعت عدم لسانی لقب دین و دنیا کی بھلائی اور آنے والے ترقی یافتہ اور تیز رفتاری سے ہم آہنگ ہونے کی سرگرمی بھی کچھ شامل تھے۔

دراصل سر سید حقیقی معنی میں مسلم معاشرے کو تہذیب نو کے سانچے میں ڈھالنا چاہتے تھے ان کے ذہن میں نئی تہذیب کا جو تصور تھا وہ مغرب میں رونما ہونے والی عہد ساز تبدیلیوں کے پیش نظر تھا لیکن وہ مشرقی تہذیب کے خلاف نہیں تھے نہ ہی اپنی روایات واقدار کو مسترد کرنے کے حق میں تھے وہ تو ایک ایسی مشترک تہذیب کے وکیل تھے جس میں نئے تمدن کی پرکشش بھی ہوں اور مسلمانوں کی اپنی صدیوں کی پروردہ حقائق وراثت بھی وہ دراصل قدیم وجدید کے امتزاج احسن کے حق میں تھے۔ جس کا جیتا جاگتا ثبوت یہ ہے کہ انہوں نے ایک طرف علی گڑھ کی درس گاہ کے ذریعئہ تعلیم انگریزی زبان کو تجویز کیا اور سائنسی علوم کی تعلیم رائج کی دوسری طرف انہوں نے عربی فارسی اور اُردو میں ہی نہیں اسلامیات اور دینیات کے شعبے بھی قائم کئے سر سید نے اپنی قوم کے لئے جو خواب دیکھا تھا وہ کوئی معمولی خواب نہیں تھا وہ علی گڑھ میں صرف ایک دانش گاہ کے قیام کے خواہش مند نہیں تھے بلکہ آکسفورڈ یا مسلم کیمبرج کا قیام ان کے پیش نظر تھا لہٰذا ایک موقع پر انہوں نے فرمایا:

"جو علوم سات سو برس پہلے ہماری قوم کی تعلیم میں داخل ہوتے تھے اگر آج ہم انہیں پر قناعت کریں گے تو گویا ہم اپنی قوم کو حال کی ترقی سے سات سو برس پیچھے لے جائیں گے پس ہم کو مضبوطی کے ساتھ ارادہ کرنا چاہئے کہ جس قدر علوم دنیاوی تعلیم سے متعلق ہیں مثلاً الجبراء، زوالوجی، جیالوجی، فزکس، لوجک، مارل، فلوسفی، کیمسٹری اور تمام علوم جو ترقی یافتہ قوموں میں رائج ہیں ان کی تعلیم بڑے اہتمام اور کامل طور سے دیں۔"

سائنٹفک سوسائٹی کا قیام سرسید کے انہیں خوابوں کی تعبیر کا وسیلہ تھی۔ بقول پروفیسر سید لطیف حسین کاظمی:

"سرسید کا فلسفہ تعلیم جداگانہ تھا وہ تعلیم سے مراد صرف لکھنا پڑھنا اور سیکھنا مراد نہیں لیتے تھے بلکہ وہ تعلیم کو انسان کی ہمہ جہت ترقیاتی منصوبوں کا ضامن قرار دیتے تھے وہ تعلیم کو اخلاقی بلندی مہذب رویہ اور ذہن کشادگی کا بہترین وسیلہ سمجھتے تھے۔"

سرسید احمد خاں فرماتے ہیں، میں اپنی قوم میں ہزاروں خوبیاں دیکھتا ہوں پر ناشائستہ، جرات مندی اور بینائی پاتا ہوں، خوفناک، ان میں قوی استقلال دیکھتا ہوں پر بے ڈھنگا ان میں صبر و قناعت بھی ہے پر بے موقع پس میرا دل جلتا ہے اور میں خیال کرتا ہوں کہ اگر یہی ان کی عمدہ صفتیں عمدہ تعلیم و تربیت سے آراستہ ہو جائیں تو دین و دنیا دونوں کے لئے کیسی کچھ مفید ہوں (مقالات سرسید)

سرسید احمد خاں مسلمانوں کو دینی اور دنیاوی علوم دونوں کے حق میں تھے۔ سرسید احمد خاں قومی تعلیم کے حصول پر زور دیتے تھے اور قوم سے اس طرح کہتے تھے کہ ان کے ایک ایک لفظ سے دردمندی اور عبرت جھلکتی ہوئی نظر آتی ہے جسے آپ بھی ملاحظہ فرمائیں:

"اے میری قوم کے لوگو! اپنے عزیز اور پیارے بچوں کو غارت نہ کرو ان کی پرورش کرو ان کی آئندہ زندگی اچھی طرح بسر ہونے کا سامان کرو مجھ کو تم کچھ ہی کہو میری بات سنو یا نہ سنو مگر یاد رکھو کہ اگر تم ایک قومی تعلیم کے طور پر ان کو تعلیم نہ دو گے تو وہ آوارہ اور خراب ہوں گے تم ان کی ابتر حالت کو دیکھو گے اور بے چین ہو گے روؤ گے اور کچھ نہ کر سکو تم اگر مر جاؤ گے تو اپنی اولاد کی خراب زندگی دیکھ کر تمہاری روحیں قبروں میں تڑپیں گی اور تم سے کچھ نہ ہو سکے گا۔"

سرسید نے قوم کی اصلاح و ترقی کا ایک ہمہ گیر منصوبہ بنایا تھا جس میں تعلیم کو مرکزی حیثیت حاصل ہے۔ سرسید احمد خاں نہ صرف ایک بلند کردار انسان تھے بلکہ روشن خیالی اور روشن دماغی کے ساتھ انہوں نے ہندوستانیوں میں جدید تعلیم کے حصول کے لئے پورے تن من دھن سے اپنے آپ کو واقف کر دیا تھا۔

سرسید کا خیال تھا کہ ہندوستان کے ہندو ہم وطن بھائی انگریزی تعلیم اپنا کر جدید ترقی کی دوڑ میں آگے نکل رہے ہیں اس طرح مسلمانوں کو بھی جدید مغربی تعلیم کو اپنا کر اپنے ہندو ہم وطن بھائیوں کے شانہ بشانہ ترقی کی دوڑ میں شامل ہو جانا چاہئے اور اسی مقصد کے تحت انہوں نے ایک تنظیم کمیٹی

درخواستگاران ترقی تعلیم قائم کی اور مغربی تعلیمی ترقی سے تحریک پا کر ایک اعلیٰ معیاری درسگاہ کا منصوبہ بنایا جو ایم اے او کالج کے صورت میں علی گڈھ میں عمل پذیر ہوا۔

1857ء کے بعد کے حالات اور سر سید کی علی گڈھ تحریک نے غیر منقسم ہندوستان کے گوشے گوشے کو متاثر کیا جس سے پورے برصغیر میں ایک علمی وادبی ماحول پیدا ہوا۔ سر سید احمد خاں کے ذہن میں ہندوستانیوں کے لئے جس جدید انگریزی تعلیم اور مغربی سائنس کے حصول کا تصور تھا وہ نہایت وسیع اور ہمہ گیر تھا اور وہ مسلمانوں کے لئے جس قسم کی جدید تعلیم کے لئے سرگرم عمل تھے اس میں کسی بھی حال میں مذہب عقیدہ اور تہذیب و معاشرت کو داؤ پر لگائے بغیر بلکہ ان کے تحفظ وبقا کے ساتھ دلانے کے ہمنوا تھے مغربی تعلیم و سائنس سے ہندوستانیوں کو فائدہ پہنچنے والا تھا لیکن لارڈ میکالے کی وہ ہندوستانیوں کو محض سند یافتہ بنانے کے قائل نہیں تھے بلکہ لارڈ میکالے کی فکر کے برخلاف ہندوستانیوں کا ایک ایسا تعلیم یافتہ طبقہ پیدا کرنا چاہتے تھے جس میں ذہنی وفکری بیداری ہو اپنے حقوق کے جرات ہو قناعت پسندی اور توہم پرستی کے بجائے حقائق پسندی ہو اور وقت و حالات کے قدموں کی آہٹ پہچانے کی صلاحیت کا حامل ہو۔

سائنٹفک سوسائٹی قائم کی شہر کے ہندو مسلمان دونوں نے اس کام میں تعاون کیا دو لیفٹیننٹ گورنروں نے اس کی سرپرستی قبول کی سوسائٹی کے قیام کا مقصد یہ تھا کہ مفید علوم کی کتابیں اپنی زبان میں منتقل کی جائیں تا کہ جدید تعلیم کو عوام وخواص میں فروغ حاصل ہو۔ بقول آفتاب احمد آفاقی:

> "سر سید جیسی نابغہ روزگار شخصیت کی معنویت کسی ایک عہد قوم یا علاقے تک محدود نہیں جدید
> ہندوستان کی تہذیب و تعمیر میں سر سید کی خدمات تاریخ میں ایک نئے باب کی حیثیت رکھتی ہے
> سر سید تحریک ان کے تعلیمی افکار و نظریات نیز ان کی عملی زندگی میں بہ آسانی دیکھی جاسکتی ہے
> حقیقت یہ کہ ان کی نظری علمی ادبی اور تعلیمی خدمات قیمتی اثاثے کی حکم رکھتی ہیں۔"

سر سید کی دوراندیشی اور دانشوری عصر حاضر یعنی جدید سائنس اور ٹکنالوجی کے عہد میں بھی بے حد اہمیت کی حامل ہے جہاں تک سر سید کے افکار وخیالات اور جدید تعلیمی معیار کے اثاثے کی معنویت اور استفادے کا سوال ہے تو ان کے نظریات و تصورات کو کسی ایک عہد سے منسوب نہیں کیا جاسکتا بلکہ ان کے علمی وادبی اصلاحی واخلاقی تصورات اور کارنامے اپنے عہد میں بھی مفید وکارآمد تھے اور آج بھی۔

سر سید کے نزدیک معاشرتی اصلاح کے لئے تعلیم سب سے زیادہ ضروری چیز تھی سر سید چاہتے تھے کہ مسلمان اس ضرورت کو محسوس کریں۔ سر سید جانتے تھے کہ اچھی تعلیم صرف چند کتابوں کے پڑھ لینے اور طوطے کی طرح یاد کرنے سے حاصل نہیں ہوتی بلکہ اس کے لئے سب سے عمدہ تعلیم دینے والی ایک عمدہ سوسائٹی ہے۔ سر سید تعلیم کو خاص وعام سب کے لئے ضروری بتاتے ہیں۔

یہ راز تو سر سید نے بہت پہلے پالیا تھا کہ ہندوستانیوں کی ترقی سربلندی کے لئے تعلیم بہت ضروری ہے 1859ء میں انہوں نے مراد آباد میں ایک مدرسہ قائم کیا تھا 1863ء میں جب وہ غازی پور میں تھے تو انہوں نے تعلیم کے میدان میں ایک نہایت اہم قدم اٹھایا انہوں نے مسلمانوں کی زبوں حالی کا واحد سبب جو سر سید نے محسوس کیا وہ تھا جدید تعلیم سے بے بہرہ ہونا تھا۔ سر سید نے تعلیم خصوصاً جدید تعلیم کو اولیت دی ان کے نزدیک جدید تعلیم ہی وہ واحد راستہ ہے جس کے ذریعہ مسلمان قوم ترقی کی راہ پر گامزن ہو سکتی ہیں۔ ڈاکٹر خلیق انجم:

"سرسید کی بیشتر کتابیں پڑھ کر اندازہ ہوتا ہے کہ انہیں اپنے ماضی سے زبردست عشق تھا لیکن چونکہ وہ برطانوی حکومت کے ملازم رہے تھے اور انہیں انگریزوں سے قریب رہنے کا اتفاق تھا یہی نہیں بلکہ انہوں نے لندن کا سفر بھی کیا تھا اس لئے ان کی دور رس نگاہوں نے دیکھ لیا تھا کہ اگر مسلمان جدید تعلیم حاصل نہیں کریں گے تو وہ تعلیمی اور سماجی اعتبار سے ہندوستان کے دوسرے مذہبی گروہوں کے مقابلے میں پسماندہ رہ جائیں اس لئے سرسید نے ایک طرف مصلح قوم کا اول ادا کرنا شروع کیا اور دوسری طرف مسلمانوں کو جدید تعلیم کی برکتوں سے واقف کرایا۔"

سرسید کے نزدیک معاشرتی اصلاح کے لئے تعلیم یافتہ ہونا انتہائی اہم ہے یہی وجہ تھی کہ سرسید فکر مند رہتے تھے کہ مسلمان تعلیم کی اہمیت کو سمجھیں اور اس کی ضرورت کو محسوس کرتے ہوئے اپنے بچوں کو تعلیم دیں۔ان کی فکر آفاقی تھی۔ قوم کی تعلیم و ترقی کے لیے بے مثال خدمات انجام دیں۔ان کی کاوشیں آج بھی علم و عمل کی دعوت دیتی ہیں۔ڈاکٹر خلیق انجم کے اس اقتباس سے ان کی فکر کا اندازہ ہوتا ہے۔

کتابیات:

	کتاب کا نام	مصنف
۱)	سرسید احمد خاں	میر نجابت علی
۲)	اُردو صحافت اور سرسید احمد خاں	عبدالحئ
۳)	سرسید احمد خاں کی نثری خدمات	ڈاکٹر مشتاق احمد
۴)	فکر و نظر	علی گڑھ مسلم یونیورسٹی
۵)	سرسید اور علی گڑھ تحریک	پروفیسر خلیق احمد نظامی

☆☆☆